JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 02, January – Jun 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

تکملہ فتح الملہم میں مسلکِ حنفی کی تائید کے چند نظائر

Some Evidences of Support for the Hanafi School of Thought in Takmila Fath al Mulhim

Dr. Zill-e-Huma*
Assistant Prof. Lahore College for Women University, Lahore

ABSTRACT

The discipline of Hadith studies is one of the richest and exclusive discipline of knowledge as its branches extend to hundred. The religious scholars had written thousands monograph concerning Hadith interpretations and explanations. Many voluminous works appeared and existed and each of them is a commendable contribution to Hadith explanations. One of the significant works on Hadith explanations is "Takmila Fath-al-Mulhim" that is the result of scholastic efforts of many years by Mufti Muhammad Taqi Usmani. This explanation of Hadith Book Muslim was originated and finished till the "Section of Marriage" but he could not extend it to the last chapter due to his political engagements and later his demise closed the chapter. Mufti Muhammad Taqi Usmani completed the remaining work in eighteen years and nine months. This explanation is pure from any type of rigidness, prejudice and descrimination. Sunni Islam is seperated into four main schools of jurisprudence, namely, Hanafi, Maliki, Shafai and Hanabli. Although Taqi Usmani belongs to Hanafi school of thought but if there is found any weak point in his school of thought. He accepts it with open heart and respects the point of other scholars having different school of thought. He has explained the ahadith in a neutral, impartial and unprejudiced way. Besides this Mufti Taqi Usmani has supported and corroborated Hanafi school of thought with strong arguses and has presented solid and persuasive arguments in strengthening and justification his point of view. In this perspective some evidences have been mentioned in this article.

Keywords: *Takmila, Sharah, Sahih Muslim, Support, Hanafi, School of Thought, Evidences*

CC BY

تمہید

دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ ستہ کی مشہور زمانہ تالیفات وجود میں آ گئیں۔ احادیث کی جمع و ترتیب اور تہذیب کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف انداز سے محدثین احادیث کو ترتیب دینے کی خدمات سرانجام دیتے رہے لیکن اس میں جو تلقی بالقبول صحیحین کو حاصل ہوا اور ان کی صحت پر امت مسلمہ کا جو اجماع ہوا، یہ مقام عظیم کسی اور مجموعہ حدیث کو حاصل نہ ہو سکا۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ صحیحین کی شروح میں سے ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کی فتح الباری ''بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) کی ''عمدۃ القاری''، علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (۶۷۶ھ) کی '' صحیح مسلم بشرح النووی''، علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ) کی ''فتح الملہم'' اور جسٹس تقی عثمانی کی ''تکملہ فتح الملہم'' کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح ہذا در اصل شبیر احمد عثمانی کی شرح ''فتح الملہم'' کا تکملہ ہے۔ یہ صحیح مسلم کی عظیم الشان شرح ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے چودھویں صدی ہجری کے وسط میں '' صحیح مسلم'' کی شرح ''فتح الملہم'' لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے یہ شرح ''کتاب النکاح'' تک تحریر فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک ایسے خطہ کے حصول کی کاوشیں شروع ہو گئیں، جہاں مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نکل کر آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ انگریزوں کی قوت اور ہندوؤں کی اکثریت سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطہ کا حصول ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اس خواب کی عملی تعبیر میں سرگرم ہوئے تو تصنیف و تالیف کا کام رک گیا اور ''کتاب النکاح'' سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور ''فتح الملہم'' کا یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ تقریباً پچاس سال کا عرصہ اسی طرح گذر گیا، یہاں تک کہ شرح ہذا کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے حکم پر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو اس کام کا آغاز کیا اور تقریباً پونے انیس سال کی خاموش محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ۲۶ صفر ۱۴۱۵ھ کو مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاتھوں سے ''فتح الملہم'' کی تکمیل فرما دی۔ محمد تقی عثمانی صاحب موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ موصوف کی اس شرح میں یک جا اتنا محدثانہ اور محققانہ مواد مل جاتا ہے کہ صرف اسی ایک تصنیف کو متعلقہ مباحث میں ایک کتب خانہ کے قائم مقام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف اساتذۂ حدیث اور طالبان علوم نبوت کے لیے ایک گراں قدر علمی تحفہ، مباحث، معلومات، فوائد و نکات اور نادر تحقیقات و تنقیحات کا ایسا خزانہ بن گئی ہے جو انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ کر دیتی ہے۔

فقہی مسائل کی تحقیق میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے مختلف مناہج سامنے آئے ہیں۔ بعض مقامات پر موصوف جمہور مسلک کی تائید میں جمہور علمائے کرام کی جانب سے صحیح مسلم کی احادیث کی تاویلات پیش کرتے ہوئے مسلک جمہور کو راجح قرار دیتے ہیں، بعض مسائل میں مسلکِ حنفی کی تائید کرتے ہیں، فقہائے احناف کی اختلافی آراء کی صورت میں مفتی بہ قول کا ذکر کرتے ہیں، حنفی قواعد پر وارد اعتراضات اور امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب غلط آراء کی تصریح و تردید بھی تکملہ ہذا کا ایک منہج ہے۔ مزید برآں حنفی ہونے کے باوجود

بعض مسائل میں موصوف فریقِ مخالف کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہیں۔ مضمون ہذا تکملہ فتح الملہم میں فقہائے احناف کی تائید میں موجود نظائر سے متعلق ہے۔

لونڈی سے اثباتِ نسب کا مسئلہ

احناف کے نزدیک فراش کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط اور ضعیف، منکوحہ کا فراش قوی ہے۔ اس میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اگر نفی بھی کرے تو قبول نہیں ہوتی، ہاں اگر لعان کے بعد ہو، تو قابل قبول ہوتی ہے، اُم ولد کا فراش متوسط ہے اس میں نسب کے ثبوت کے لئے دعویٰ کی ضرورت نہیں، لعان کے بغیر نفی ہو جاتی ہے۔ اس باندی کا فراش ضعیف ہے جو اُم ولد نہ ہو، اس میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہیں ہو گا اور نفی کرنے سے نفی ہو جائے گی، لیکن آقا پر دیانتاً واجب ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرے، اگر جانتا ہو کہ وہ اس سے ہے۔ اسی بنیاد پر جب باندی بچہ جنے تو احناف کے نزدیک اس کا نسب اس کے آقا سے اس وقت تک ثابت نہ ہو گا، جب تک آقا دعویٰ نہ کرے کہ وہ بچہ اس سے ہے۔ پس اگر اس نے ایک مرتبہ دعویٰ کر دیا تو وہ اس کے لیے اُم ولد ہو گئی اس کے بعد جتنے بچے اس سے پیدا ہوں گے، ان کا نسب بغیر دعویٰ کے ثابت ہوتا رہے گا۔ جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب لونڈی کا آقا اس کے ساتھ صحبت کا اعتراف کرے یا کسی اور طریقے سے یہ ثابت ہو جائے، پھر وطی کے بعد امکانِ مدت میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو، تو یہ بچہ دعویٰ کے بغیر اس کے ساتھ مل جائے گا۔

ائمہ ثلاثہ نے اپنے مذہب پر درج ذیل حدیثِ مبارکہ سے استدلال کیا ہے:

﴿عن عائشة أنها قالت: اختصم سعد بن أبي وقاص وعبد بن زمعة فى غلام، فقال سعد: هذا يا رسول الله ابن أخي عتبة بن أبي وقاص عهد الى أنه ابنه، أنظر الى شبهه، وقال عبد بن زمعة: هذا أخي يا رسول الله! ولد على فراش أبي من وليدته فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى شبهه، فرأى شبها بينا بعتبة، فقال: هو لک يا عبد! "الولد للفراش وللعاهر الحجر واحتجبي منه يا سودة بنت زمعة"۔ قالت: فلم ير سودة قط﴾[1]

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہؓ کے مابین ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاصؓ کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شباہت دیکھ لیں۔ اور عبد بن زمعہؓ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور یہ میرے والد کی باندی سے پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو دیکھا تو اس کی واضح شباہت عتبہ سے نظر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد! یہ تمہارا بھائی ہے، لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ اور اے سودہ بنت زمعہؓ تم اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ سودہؓ نے پھر کبھی اسے نہیں دیکھا''۔

حدیث بالا دلالت کرتی ہے کہ اس واقعہ میں زمعہ نے دعویٰ نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو زمعہ کے ساتھ اس علم کی بناء پر ملا دیا کہ زمعہ ان سے وطی کرتے تھے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ائمہ ثلاثہ کے اس استدلال کا جواب دو قوی طریقوں سے یوں دیا ہے:

۱۔زمعہ کی لونڈی ان کی اُمِ ولد تھی جیسا کہ مسند احمد کی حدیث سودہ سے معلوم ہوتا ہے: ﴿**ان بنت زمعة قالت: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقلت: ان أبى زمعة مات، وترک أم ولد له، وانا كنا نظنها برجل، وانها ولدت، فخرج ولدها يشبه الرجل الذى ظنناها به الخ**﴾[2] زمعہ کی بیٹی کہتی ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ میں نے کہا: زمعہ کا باپ وفات پا گیا اور نہوں نے اُمِ ولد چھوڑی اور ہمارا گمان ہے کہ اُس لونڈی کا کسی اور مرد سے تعلق ہے اور اس نے بچہ جنا ہے، وہ بچہ اس مرد کے مشابہ لگتا ہے جس کے متعلق ہم گمان کرتے تھے کہ اس کا اس مرد کے ساتھ تعلق ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے زمعہ کی لونڈی کے اُمِ ولد ہونے کے مزید دلائل بیان کرتے ہوئے ﴾[3] ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا ایک دوسرا جواب یوں نقل کیا:

۲۔**"أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يلحق النسب فى حديث الباب بأحد، وانما المراد من قوله عليه السلام، "هو لک يا عبد"، انه يشارکک فى الميراث، فان الوارث اذا أقر بأخ لزمه دفع نصف ما فى يده من الميراث، ولا يثبت نسبه من الميت لأن المرأ يؤخذ باقراره فيما يتعلق به وحده"**[4] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب (ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ مذکور حدیث) میں کسی کے ساتھ نسب نہیں ملایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ''ھو لک یا عبد'' سے مراد یہ ہے کہ وہ میراث میں تمہارے ساتھ شریک ہے، پس اگر وارث اپنے بھائی کا اقرار کرے تو اس کے لیے، جو مال اس کے قبضے میں آ چکا ہو، اس میں سے نصف اسے دے دینا لازم ہو جاتا ہے اور مرنے والے سے نسب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ آدمی اس چیز کے متعلق اپنے اقرار میں پکڑا جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو۔

اس کی تائید میں صاحبِ تکملہ نے احادیثِ مبارکہ ﴿**واحتجبى منه يا سودة، فليس لک بأخ**﴾[5]، ﴿**فقال النبى صلى الله عليه وسلم لسودة: أما الميراث فله، وأما أنت فاحتجبى منه يا سودة، فانه ليس لک بأخ**﴾[6] اور ﴿**أما أنت فاحتجبى منه، فليس بأخيک، وله الميراث**﴾[7] نقل کی ہیں۔ پس یہ روایات صریح ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو زمعہ کے ساتھ نہیں ملایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبد'' کے لئے صرف وراثت کے سلسلے میں فیصلہ کیا اور اسی وجہ سے سودہؓ سے اس کے بھائی ہونے کی نفی کر دی، وگرنہ اخوت کی نفی کا کوئی معانی نہیں۔ گویا ''ھو لک یا عبد'' سے مراد یہ ہوا کہ وہ میراث میں تمہارے ساتھ شریک ہے، مگر تمہارے باپ سے اس کا نسب ثابت نہیں۔ صاحبِ تکملہ کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ حدیث شافعیہ کے مذہب پر بھی دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ اگرچہ وہ آقا کے دعویٰ کی شرط نہیں لگاتے، لیکن ان کے نزدیک لونڈی کا پاکدامن ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا آقا اسے کسی اور کے پاس جانے سے روکے، پس ان کے نزدیک پاکدامنی کی تحقیق کے علاوہ نسب ثابت نہ ہو گا اور مذکورہ حدیث سے لونڈی کا پاکدامن ہونا ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ اس ضمن میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے درج ذیل دلائل ذکر کیے ہیں۔

ا۔ انور شاہ کشمیری نے[8] ابن جریر طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ لونڈی مکہ کی بدکار عورتوں میں سے ہے۔[9] اور مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس ضمن میں عبداللہ بن زبیرؓ اور سودہ بنت زمعہؓ سے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی پر زنا کی تہمت تھی، ان میں سے چند روایات درج ذیل ہیں:

ا۔امام احمد نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے بیان کیا: ﴿**ان زمعة كانت له جارية، وكان يبطنها، وكانوا يتهمونها، فولدت**﴾[10] زمعہ کی ایک لونڈی تھی وہ اس کے ساتھ صحبت کرتے تھے اور لوگ اس پر تہمت لگاتے تھے، پس اس عورت نے بچہ جنا۔

۲۔امام احمد نے سودہ بنت زمعہؓ سے روایت کیا: ﴿**ان أبى زمعة مات، و ترک أم ولد له، وانا كنا نظنها برجل، وانها ولدت**﴾[11] میرے والد زمعہ وفات پاگئے اور انہوں نے ایک اُمِ ولد چھوڑی اور ہم گمان کرتے تھے کہ اس کا کسی مرد کے ساتھ تعلق ہے اور اس نے بچہ جنا۔ پس یہ روایات صراحت کے ساتھ اعلان کرتی ہیں کہ لونڈی پر زنا کی تہمت تھی اور یہ بات لوگوں کے درمیان معروف تھی اور یہ چیز اس پاکدامنی کے منافی ہے، جس پر شافعی علماء آقا سے نسب کے ثبوت کا دارومدار رکھتے ہیں، پس مناسب ہے کہ حدیثِ مذکورہ سے ان کے ہاں بھی نسب ثابت نہ ہو۔

اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلائل بیان کیے ہیں:

ا۔عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: ﴿**كان ابن عباس يأتى جارية له، فحملت، فقال: ليس منى، انى أتيتها اتيانا لا أريد به الولد**﴾[12] ابن عباسؓ ایک لونڈی کے پاس آتے تھے، اسے حمل ہو گیا، آپ نے فرمایا: یہ مجھ سے نہیں، میں اس کے پاس آتا تھا، مگر میرا اس سے اولاد کا ارادہ نہ تھا۔

۲۔خارجہ بن زید سے مروی ہے: ﴿**أن اباه كان يعزل عن جارية فارسية، فحملت بحمل، فأنكره، وقال: انى لم أكن اريد ولدک، وانما أستطيب نفسک، فجلدها وأعتقها، وأعتق الولد**﴾[13] ان کے والد فارسی لونڈی سے عزل کرتے تھے، پس وہ حاملہ ہو گئی، انہوں نے اس بچے کا انکار کر دیا اور کہا: میں تیرے بچے کا ارادہ نہ کرتا تھا، میں تو صرف تیرا دل خوش کرتا تھا، پس آپ نے اسے کوڑے لگائے اور اسے اور اس کے بچے کو آزاد کر دیا۔

۳۔امام محمد نے موطأ میں کہا: ﴿**بلغنا أن زيد بن ثابت وطئ جارية له، فجاء ت بولد فنفاه۔۔۔**﴾[14] ہم تک خبر پہنچی کہ زید بن ثابت اپنی لونڈی سے وطی کرتے تھے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، انہوں نے اس کی نفی کر دی۔ پس مذکورہ آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لونڈی کے بچے کا نسب اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک آقا اس کا دعویٰ نہ کرے یا وہ اس سے قبل اس کی اُم ولد ہو۔

مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ اور رہائش کا مسئلہ

مطلقہ بائنہ کے نفقہ و سکنی کے وجوب و عدمِ وجوب کے بارے میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک مطلقہ بائنہ کے لیے ہر حال میں نفقہ و سکنی ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ عمر بن خطابؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حماد، شریح، نخعی، ثوری،

ابن شبرمہ، حسن بن صالح اور عثمان البتی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں اور ابن ابی لیلیٰؒ سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ احمدؒ، اسحاقؒ اور اہل ظاہر کے ہاں مطلقہ بائنہ حاملہ ہونے کی صورت میں نفقہ وسکنی کی مستحق ہے۔ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاوئس، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ اور شعبی رحمہم اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں اور اسی کو ابراہیمؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لیے ہر حال میں رہائش ہے، مگر نفقہ صرف حاملہ ہونے کی صورت میں ہے۔ اسی رائے کے قائلین امام اوزاعی، لیث بن سعد، عبد الرحمٰن بن مہدی اور ابو عبیدہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں اور یہی ابن ابی لیلیٰؒ سے مروی ہے۔[15] مفتی تقی عثمانی صاحب نے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلائل ذکر کیے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

۱۔ ﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾[16] اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے''۔

۲۔ ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[17] اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

۳۔ ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[18] ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو، جہاں تم رہتے ہو، اور انہیں تنگ کرنے کے لیے انہیں ستاؤ نہیں، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک نفقہ دیتے رہو جب تک وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔

۴۔ طحاوی نے "حماد بن سلمة عن حماد عن الشعبی عن فاطمه بنت قیس" کے طریق سے روایت بیان کی ہے: ﴿أن زوجها طلقها ثلاثا، فأتت النبی صلی الله علیه وسلم فقال: لا نفقة لک ولا سکنی، قال: فأخبرت بذلک النخعی، فقال: قال عمر بن الخطاب۔ وأخبر بذلک۔ لسنا بتارکی آیة من کتاب الله تعالیٰ وقول رسول الله صلی الله علیه وسلم لقول امرأة لعلها أو همت، سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لها السکنی والنفقة﴾[19] 'ان کے (فاطمہ بنت قیسؓ کے) خاوند نے انہیں تین طلاقیں دیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے نفقہ و سکنی نہیں، نخعی کو اس کی خبر دی گئی، انہوں نے کہا: جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر سنائی گئی انہوں نے فرمایا: ہم کتاب اللہ کی آیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ایک عورت کی بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں ہیں، شاید اسے وہم ہو گیا ہو، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اس کے لیے سکنی اور نفقہ ہے۔

۵۔ صحیح مسلم میں عبدالرحمن بن قاسم عن ابیه عن عائشة کے طریق سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ﴿مافاطمة خیر أن تذکر هذا، قال: تعنی قولها لا سکنی ولا نفقة﴾[20] فاطمہؓ کے لیے کوئی خیر نہیں کہ وہ اس کو ذکر کرے، یعنی جو وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے لیے نفقہ و سکنی نہیں۔

۶۔ بخاری کے ہاں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت ہے: ﴿ما لفاطمة؟ ألا تتقى الله يعنى فى قولها لا سكنى ولا نفقة﴾[21] فاطمہؓ کے لیے کیا ہے؟ کہ وہ اللہ سے نہ ڈرے؟ یعنی اپنے قول ''لاسکنی ولانفقۃ'' کے بارے میں۔

۷۔ طحاویؒ نے روایت بیان کی ہے :﴿ أن فاطمه كانت اذا ذكرت شيئا من ذلك رماها أسامة بن زيد بما كان فى يده﴾[22] جب فاطمہؓ اس میں سے کسی چیز کو ذکر کرتی تھیں، تو اسامہ بن زیدؓ ان کو وہ چیز مار دیتے تھے، جو ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ ان دلائل کے نقل کرنے کے بعد مفتی تقی عثمانی صاحب نے بیان کیا :"فهذا كله يدل على أن المبتوتة تستحق السكنى والنفقة جميعا عند هؤلاء الصحابة، وانما أنكر عليها عمر بمحضر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ينكر ذلك عليه منكر، فدل تركهم الانكار عليه أن مذهبهم كمذهبه"[23] یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بائنہ عورت ان صحابہ کے نزدیک رہائش اور نفقہ دونوں کی مستحق ہے اور حضرت عمرؓ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس پر (فاطمہ بنت قیسؓ پر) انکار کیا، کسی انکار کرنے والے نے ان کا انکار نہیں کیا، ان کے انکار کو چھوڑ دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا مذہب حضرت عمرؓ کے مذہب کی طرح ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ: ﴿عن فاطمة بنت قيس أن أبا عمرو ابن حفص طلقها البتة وهو غائب، فأرسل اليها وكيله بشعير، فسخطته، فقال: والله مالك علينا من شيئ، فجاء ت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلک له، فقال: ليس لک عليه نفقه، فأمرها أن تعتد فى بيت أم شريک، ثم قال: تلک امرأة يغشاها أصحابى، اعتدى عند ابن أم مكتوم، فانه رجل أعمى، تضعين ثيابک، فاذا حللت فبآذنينى، قالت: فلما حللت ذكرت له أن معاوية ابن أبى سفيان وأباجهم خطبانى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أما أبوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، وأما معاوية فصعلوک لا مال له انكحى أسامة بن زيد، فكرهته، ثم قال: انكحى أسامة، فنكحته، فجعل الله فيه خيرا واغتبطت به﴾[24] چونکہ مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ و سکنی کے عدمِ وجوب کے بارے میں صریح ہے، لہٰذا موصوف نے اس میں یوں تاویل کی کہ فاطمہ بنت قیسؓ کے منتقل ہونے کا سبب ان کی اپنی جانب سے تھا، تو وہ نافرمان کی طرح ہو گئیں اور ان کا نفقہ و سکنی دونوں ساقط ہو گئے۔

عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے :

"وامافاطمه بنت قيس رضى الله عنہا فالذى يظهر من مجموع الروايات أنها طلبت النقلة من بيت زوجها لكونه فى مكان وحش، وكانت تبذو وتطيل لسانها على أحمائها، فأخرجها النبى صلى الله عليه وسلم عملاً بقوله تعالىٰ (ولا يخرجن الا أن يأتين بفاحشة مبينة) ---- وأما النفقة فقد ورد فى حديث الباب أن وكيل زوجها أرسل اليها بنفقة شعير، ولكنها تقالته، فيمكن أن يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم منعها من الزيادة عليها، فزعمت أن المبتوتة لا تستحق النفقة، وانما أنكر عمر عليها بهذا الزعم، ويحتمل أيضا أنها لما انتقلت من بيت زوجها منعت من النفقة أيضا، لأن النفقة جزاء الاحتباس وقد فات"[25]

''فاطمہؓ بنت قیس نے اپنے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا، کیوں کہ وہ وحشت و تنہائی کے گھر میں تھیں اور فحش گوئی یا بد تمیزی کرتی تھیں اور ان کی زبان اپنے دیوروں پر لمبی ہوتی تھی (دیوروں سے جھگڑتی تھیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس

قول ﴿وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾[26] (ابن عباس سے فاحشۃ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"وہ گھر والوں پر سخت کلام ہے"۔) پر عمل کرتے ہوئے انہیں نکال دیا۔۔۔ بہر حال نفقہ کے بارے میں حدیث باب (صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث) میں آیا ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں جو کا نفقہ بھیجا، لیکن انہوں نے اسے کم سمجھا۔ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ دینے سے منع کر دیا ہو، اس نے سمجھ لیا کہ بائنہ عورت نفقہ کی مستحق نہیں اور حضرت عمرؓ نے اس دعوی کی وجہ سے اس پر انکار کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب یہ اپنے خاوند کے گھر سے منتقل ہو گئیں، تو ان کو خرچہ سے بھی روک دیا گیا، اس لیے کہ خرچہ قید کا بدلہ ہوتا ہے اور وہ قید ختم ہو گئی''۔

مطلقہ عدت والی عورت کا دورانِ عدت دن کے وقت گھر سے باہر نکلنے کا مسئلہ:

اکثر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ بیوہ عدت والی عورت (متوفی عنہ) کے لیے اپنی عدت میں دن کے وقت نکلنا جائز ہے جبکہ مطلقہ عدت والی عورت کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ: ﴿**حدثنا حجاج بن محمد، قال: قال ابن جريج: أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر ابن عبد الله يقول: طلقت خالتي، فأرادت أن تجد نخلها، فزجرها رجل أن تخرج، فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: بلى فجدي نخلك، فانك عسى أن تصدق أو تفعلي معروفا**﴾[27] سے استدلال (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی خالہ کو دورانِ عدت کھجور کا پھل کاٹنے کے لیے نکلنے کی اجازت دی) کرنے کے ساتھ امام شافعی، مالک، احمد اور لیث رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ مطلقہ عدت والی عورت کے لیے حاجت کے پیشِ نظر دن کے وقت نکلنا جائز ہے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کا اللہ کے اس فرمان ﴿وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾[28] کے عموم سے استدلال کرنے کے ساتھ مؤقف یہ ہے کہ یہ نہی مطلّقات کے نکلنے کے عدمِ جواز میں قطعی صریح ہے، حتی کہ ان کی عدت ختم ہو جائے اور'' متوفی عنہ'' کے بارے میں ایسا حکم نہیں آیا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عدت میں نفقہ کی مستحق نہ ہو اور اس کے لیے معیشت کے سلسلہ میں دن کے وقت نکلنا جائز ہو۔ مطلقہ عورت کو نفقہ اس کے خاوند کی طرف سے ملتا ہے، پس اسے نکلنے کی حاجت نہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث مبارکہ میں درج ذیل تاویلات کے ساتھ حنفی مسلک کی تائید کی ہے:

> **"وأما حديث الباب فخبر واحد لا يصح به تخصيص الكتاب أو تقييده، ويحتمل أن تكون خالة جابر رضى الله عنهما محتاجة الى الخروج لنفقتها بأن كانت قد اختلعت من زوجها على نفقة عدتها، وفي أمثالها يجوز لها الخروج --- ويمكن أيضا أن يكون صلى الله عليه وسلم أذن لها بذلك حين لم تنزل أحكام العدة"**[29]
>
> بہر حال حدیثِ باب (حضرت جابرؓ کی مذکور حدیث) خبر واحد ہے اس کے ذریعے سے کتاب اللہ کی تخصیص یا تقیید درست نہیں اور ممکن ہے کہ حضرت جابرؓ کی خالہ اپنے نفقہ کے لیے نکلنے کی اس لیے محتاج ہوں کہ انہوں نے اپنے خاوند سے عدت کے خرچہ پر (عدت کا نفقہ نہ دینا) خلع لی ہو۔ اس قسم کی مثالوں میں نکلنا جائز ہوا کرتا

ہے۔۔۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت انہیں اجازت دی ہو، جب عدت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

اخیر میں موصوف نے حنفی مسلک کی تائید میں ایک اور دلیل یوں ذکر کی کہ حضرت جابر نے اس حدیث کو روایت کیا پھر انہوں نے خود اس کے خلاف فتوی دیا۔ جیسا کہ طحاوی نے روایت بیان کی ہے :﴿حدثنا أبو الزبير قال "سألت جابرا: أتعتد المطلقة والمتوفى عنها زوجها أم تخرجان؟ فقال جابر: لا، فقلت: أتتربصان حيث أرادتا؟ فقال جابر: لا﴾[30]ہم سے ابوزبیر نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: میں نے جابرؓ سے پوچھا، مطلقہ اور وہ عورتیں، جن کے خاوند وفات پاگئے ہوں، کیا وہ عدت گزاریں یا نکلیں؟ جابرؓ نے کہا: نہیں، میں نے کہا: جہاں ان کا جی چاہے وہاں ٹھہریں؟ جابرؓ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت جابرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے مطلقہ کے بارے میں فرمایا:﴿انها لا تعتكف ولا المتوفى عنها زوجها ولا تخرجان من بيوتهما حتى توفيا أجلهما﴾[31]وہ اعتکاف نہ کرے اور وہ بھی، جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ دونوں اپنے گھروں سے نہ نکلیں، حتی کہ اپنی عدت پوری کر لیں۔

حنفی مسلک کی مزید تقویت کے لیے موصوف نے امام طحاویؒ کی رائے یوں نقل کی:" فهذا جابر بن عبد الله قد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى اذنه لخالته فى الخروج فى جداد نخلها فى عدتها، ثم قد قال هو بخلاف ذلك، فهذا دليل على ثبوت نسخ ذلك عنده"[32]" یہ جابرؓ بن عبداللہ ہیں نبی ﷺ سے اپنی خالہ کے لیے دورانِ عدت کھجوروں کے پھل کاٹنے کے لیے نکلنے کی اجازت روایت کرتے ہیں، پھر وہ اس کے برخلاف کہہ رہے ہیں، یہ ان کے ہاں اس کے نسخ کے ثابت ہونے کی دلیل ہے''۔

کتوں کی بیع کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ

کتوں کی بیع کے جواز وعدمِ جواز کے مسئلہ میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت مطلقاً کتے کی بیع کی حرمت کی قائل ہے، خواہ کتا سدھایا ہوا ہو یا اس کے علاوہ ہو، اس کو رکھنا یا پالنا جائز ہو یا نہ ہو۔ اس جماعت میں امام شافعی، احمد، حسن، محمد بن سیرین، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حکم، حماد بن ابی سلیمان، ربیعہ، اوزاعی، اسحاق، ابو ثور، ابن منذر رحمہم اللہ اور اہلِ ظاہر شامل ہیں[33]اور امام مالکؒ سے بھی یہی بات ایک قول میں مروی ہے۔ مالکیہ کے ہاں جس کتے کے رکھنے کی اجازت ہے، اس کی بیع جائز ہے اور جس کتے کو رکھنا جائز نہیں، اس کی بیع جائز نہیں۔[34]کتوں کی بیع کی ممانعت کے جواز کے قائلین نے حدیثِ مبارکہ: ﴿عن أبي مسعود الأنصاري: أن رسول الله ﷺ نهى عن ثمن الكلب، ومهر البغي، وحلوان الكاهن﴾[35]سے استدلال کیا ہے، کیونکہ یہ ہر کتے کے ثمن کی حرمت میں عام ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، ابویوسف، محمد، ابن کنانہ اور سحنون رحمہم اللہ تعالی کی رائے یہ ہے کہ جن کتوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے، ان کا بیچنا جائز ہے اور ان کے ثمن مباح ہیں[36]اسی طرح متاخرین میں سے بعض حنابلہ نے شکاری کتے کی بیع کو جائز قرار دیا۔[37]

مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید درج ذیل دلائلِ نقلیہ سے کی ہے:

ا۔ جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے :﴿أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب والسنور، الا كلب صيد﴾[38]''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلیوں کی بیع سے منع فرمایا، سوائے شکاری کتے کے''۔

۲۔ابوہریرہؓ سے مروی ہے: ﴿نهى عن ثمن الكلب اِلا كلب الصيد﴾[39] ''کتے کے ثمن سے منع کیا سوائے شکاری کتے کے''۔

۳۔ابن عباسؓ سے مروی ہے۔انہوں نے فرمایا: ﴿رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثمن كلب الصيد﴾[40] ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے ثمن میں رخصت دی ہے''۔

۴۔امام طحاوی نے عطاء سے نقل کیا ہے،انہوں نے فرمایا: ﴿لا بأس بثمن الكلب السلوقى﴾[41] ''سلوقی کتے (یمن کا ایک علاقہ) کے پیسے لینے میں کوئی حرج نہیں''۔

۵۔طحاویؒ اور بیہقی نے عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا: ﴿أنه قضى فى كلب صيد قتله رجل بأربعين درهما، وقضى فى كلب ماشية بكبش﴾[42] انہوں نے شکاری کتے کے بارے میں چالیس درہم کا فیصلہ کیا، جس کو ایک بندے نے قتل کیا اور ایسے ہی انہوں نے رکھوالی والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا''۔

۶۔امام بیہقی نے نقل کیا ہے: ﴿أن عثمان رضى الله عنه أغرم رجلا ثمن كلب قتله: عشرين بعيرا﴾[43] حضرت عثمانؓ نے ایک بندے پر کتے کی قیمت کے بدلے بیس اونٹ کا جرمانہ عائد کیا، جس (کتے) کو اس نے قتل کیا تھا''۔

۷۔علامہ ابن شہاب زہری سے منقول ہے انہوں نے فرمایا: ﴿اذا قتل الكلب المعلم فانه يقوم قيمته، فيغرمه الذى قتله﴾[44] ''جب سکھایا ہوا کتا مارا جائے اس کی قیمت لگائی جائے گی، جتنی قیمت ہو گی، قاتل دے گا''۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے مذکورہ تمام روایات کی اسانید کے حوالے سے کلام نقل کرنے کے بعد بیان کیا: "فهذه لأدلة بأ جمعها تدل على جواز بيع الكلاب التى جاز الا نتفاع بها"[45] ''پس یہ سارے دلائل ان کتوں کی بیع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، جن سے نفع لینا جائز ہے''۔ بعد ازاں صاحبِ تکملہ نے کتوں کی بیع کی ممانعت سے متعلق احادیث کی تاویلات کرتے ہوئے حنفی مسلک کی تائیدیوں کی:

"وأما حديث الباب، وسائر الأحاديث التى ورد فيها النهى عن ثمنها مطلقا، فقد حملها الامام محمد رحمه الله فى الحجة على النسخ"[46] وقال: "فكان تحريم بيعها عندنا حين أمر بقتلها واخراجها، فلما نهى عن ذلک رسول الله صلى الله عليه وسلم نسخ تحريم بيعها۔ ومما يدلكم على هذا أن الحديث منسوخ، أنه جاء فى الحديث أن من السحت ثمن الكلب، وأجر الحجام، ثم رخص فى أجر الحجام، فكذلک رخص عندنا فى بيع الكلب النافع حين نهى عن قتلها"۔ فان قيل: ان النسخ لا يثبت الا بعد علم التاريخ، قلنا: ان الأحكام فى حق الكلاب قد انتقلت من التشديد الى التخفيف--- وقد ثبت أحاديث الرخصة --- فالظاهر كونها متأخرة، ولأن الصحابة والتابعين الذين رووا أحاديث النهى قد عملوا بأحاديث الرخصة، وهذا من أقوى الأدلة على النسخ۔ وقد أجاب بعض الحنيفةعن حديث الباب بأن النهى عن ثمن الكلب ليس للتحريم، بل هو لاظهار الدنائة فيه، والدليل عليه أنه مقرون بالنهى عن كسب الحجام فى بعض الروايات، وعن ثمن الهر فى بعضها ولا يقول بحرمتهما أحد من الأئمة الأربعة"[47]

''جہاں تک حدیث باب (صحیح مسلم کی مذکور حدیث) اور ان تمام احادیث کا تعلق ہے جو کتے کے ثمن سے مطلّقاً نہی سے متعلق ہیں۔ امام محمدؒ نے انہیں نسخ پر محمول کیا ہے اور فرمایا: ''ہمارے نزدیک ان کے بیچنے کی حرمت اس وقت تھی جب ان کو قتل کرنے اور نکالنے

کا حکم تھا، جب اس کی ممانعت ہو گئی تو ان کی بیع کی حرمت بھی منسوخ ہو گئی۔ جس سے تمہیں پتہ چلے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، (وہ یہ ہے) حدیث میں آیا ہے کہ کتے کی قیمت اور حجام کی اجرت حرام ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کی اجرت میں رخصت دے دی، اسی طرح ہمارے نزدیک نافع کتے کی بیع میں بھی رخصت دے دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کرنے سے منع کر دیا''۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نسخ تاریخ کے علم کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ کتے کے حق میں احکام شدت سے آسانی کی طرف منتقل ہوئے۔۔۔ اور احادیثِ رخصت ثابت ہو چکی ہیں۔۔۔ ظاہر ہے کہ یہ رخصت متاخرہ ہے، صحابہ اور تابعین جنہوں نے احادیثِ نہی کو روایت کیا، انہوں نے خود رخصت کی احادیث پر عمل کیا ہے اور یہ نسخ کی بڑی قوی دلیل میں سے ہے۔ اور بعض احناف نے حدیثِ باب کا یہ جواب دیا ہے کہ کتے کی قیمت کی ممانعت حرمت کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کے گھٹیا ہونے کے اظہار کے لیے ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اسے بعض روایات میں حجام کی اجرت اور بعض میں بلی کے ثمن کی نہی کے ساتھ ملایا گیا ہے، حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کی حرمت کا قائل نہیں''۔ **مسئلہ بیع الصکاک [48]، خیار الشرط، [49] بیع التعاطی[50]، تفسیر بد والصلاح [51]، بیع القلادۃ فیھا حرزو ذھب (نگ اور سونا لگے ہار کی بیع)[52] ، جواز اقتراض الحیوان[53]اور مسئلہ الشفعۃ للجار**[54]میں اسی منہج کے نظائر ملتے ہیں، نیز عرایا کی متعدد تفاسیر کے تذکرہ کے بعد موصوف نے امام ابو حنیفہ کی رائے کی تائید میں دلائل نقل کئے ہیں۔[55]

قواعدِ احناف پر وارد اعتراضات کی تردید

بعض مقامات پر مولانا تقی عثمانی صاحب نے قواعدِ احناف پر وارد اعتراضات کی تردید کرتے ہوئے اپنے مسلک کی تائید کی ہے۔ اس منہج کی توضیح مع نظیر ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔ احناف کے ہاں ایک قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرے اور وہ حدیث صحیح بھی ہو، پھر اس کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہو تو اس صورت میں صحابی کے مسلک کو اس کی روایت کے برخلاف دیکھا جائے گا[56]مسئلہ "لبن الفحل"[57] کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ان کے ہاں ''لبن الفحل'' کا کوئی اعتبار نہیں[58]، لیکن اس کے برخلاف احناف نے ابوالقعیس کے بھائی کے قصہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت پر عمل کرتے ہوئے ''لبن الفحل'' کو حرام قرار دیا۔[59] اس ضمن میں حافظ ابن حجر نے احناف پر یوں اعتراض کیا: "فکان یلزمھم علی قاعدتھم أن یتبعوا عمل عائشة، ویعرضوا عن روایتھا، ولو کان روی ھذا الحکم غیر عائشة لکان لھم معذرة، لکنه لم یرو ہ غیرھا"[60]ان کے قاعدہ کے مطابق لازم تھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے عمل کی پیروی کرتے اور ان کی روایت سے اعراض کرتے اور اگر یہ حکم حضرت عائشہؓ کے علاوہ کوئی اور روایت کرتا، پھر تو ان کا عذر ہوتا، لیکن اس کو ان کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا''۔

صاحب تکملہ نے اس اعتراض کی تردیدیوں کی:

۱۔"وأن مذھبھا فی لبن الفحل مذھب الجمھور، ومن العجیب أن الحافظ نفسه لا یثق بما نسب الیھا فی ذلک، فانه حیث سرد أسماء من یقول بحلة لبن الفحل، قال: "ونقله ابن بطال عن عائشة، وفیه نظر"۔ فیالیت شعری! کیف یشک ھنا فی مذھبھا، ثم یجزم بعد صفحة بأن مذھبھا خلاف ما روت من حدیث"؟

٢ ـ"ثم عجيب من مثل الحافظ أن يقول: "لو كان روى هذا الحكم غير عائشة لكان لهم معذرة، لكنه لم يروه غيرها"، فان حرمة لبن الفحل ثابتة بقوله عليه السلام "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب"، وقد رواه ابن عباس أيضا، كما فى الطريق قتادة عنه عند البخارى، وعند مسلم فى هذا الباب[61] و رواه على[62]أيضا"۔[63]

ا۔ ''لبن الفحل'' میں حضرت عائشہؓ کا مذہب جمہور کا مذہب ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کو خود اعتماد نہیں، جو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا گیا، جب انہوں نے ان لوگوں کے نام بیان کیے، جو ''لبن الفحل'' کی حلت کے قائل ہیں تو کہا اور ''ابن بطال نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے''۔ کاش مجھے پتہ چل جاتا کیسے وہ حضرت عائشہؓ کے مذہب میں شک کرتے ہیں، پھر ایک صفحہ کے بعد یقین سے کہتے ہیں، کہ ان کا مذہب ان کی حدیث کی روایت کے خلاف ہے''۔

۲۔ ''پھر حافظ ابن حجر کا یہ کہنا **"لو كان روى هذا الحكم غير عائشة لكان لهم معذرة، لكنه لم يروه غيرها"** عجیب بات ہے۔ لبن الفحل کی حرمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: **"يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب"** سے ثابت ہے اور بخاریؒ اور مسلمؒ میں قتادہ کے طریق سے عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اور حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے''۔

بعد ازاں مولانا تقی عثمانی صاحب نے احناف کی طرف منسوب اس قاعدہ کے مطلق نہ ہونے کے حوالے سے ابن الہمام کی تحقیقات یوں نقل کیں:

> **"فان قلت: قد عرف من أصلكم أن عمل الراوى بخلاف ما روى يوجب الحكم بنسخ ما روى، فلا يعتبر، ويكون بمنزلة روايته للناسخ۔۔۔ قلنا: المعنى أنه اذا لم يعرف من الحال سوى أنه خالف مروية حكمنا بأنه اطلع على ناسخه فى نفس الأمر ظاهرا، لأن الظاهر أنه لا يخطئ فى ظن غير الناسخ ناسخا، لا قطعا، فلو اتفق فى خصوص محل بأن عمله بخلاف مرويه كان لخصوص دليل علمناه، وظهر للمجتهد غلطه فى استدلاله بذلك الدليل، لا شک أنه لا يكون مما يحكم فيه بنسخ مروية، لأن ذلک ما كان الا لاحسان الظن بنظره، فأما اذا تحققنا فى خصوص مادة خلاف ذلک، وجب اعتبار مرويه بالضرورة، دون رأيه"[64]**
>
> ''اگر میں کہوں: تمہارا اصول معلوم ہو چکا ہے، اگر راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس کی روایت کے نسخ کے حکم کو واجب کرتا ہے، پس اس کا اعتبار نہیں اور وہ ناسخ کی روایت کے درجہ میں ہو گا۔۔۔ ہم کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ حال سے آگاہ نہ ہو، سوائے اس کے کہ اس نے اپنی روایت کی مخالفت کی، تو ہم یہ کہیں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے ناسخ پر ظاہری طور پر مطلع ہو چکا ہے، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ وہ غیر ناسخ کو ناسخ سمجھنے میں غلطی نہیں کرے گا، ہر گز نہیں، پس اگر کسی خاص موقع پر ایسا اتفاق پڑ جائے، کہ اس کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو، تو یہ کسی خاص دلیل کی وجہ سے ہے اور مجتہد کے سامنے اس دلیل کے ساتھ استدلال میں اس کی غلطی ظاہر ہو چکی، اس میں شک نہیں کہ یہ ان امور میں سے نہیں ہو گا، جن میں اس کی روایت کے منسوخ ہونے کا حکم لگایا جائے، کیونکہ یہ نہیں ہو گا، مگر اس کی نظر کے

حسن ظن کی وجہ سے (یعنی یہ اس کی نظر (غور و فکر) کے حسن ظن کی وجہ سے ہے)، پس جب ہم اس کے خلاف مادہ (مواد) کی خصوصیت میں غور کریں، تو ضروری طور پر اس کی روایت کا اعتبار واجب ہو گا''۔

امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب غلط آراء کی تصریح و تردید

بعض متقدمین شارحین اور فقہائے کرام نے امام اعظمؒ اور ان کے ساتھی امام محمدؒ کی طرف غلط آراء منسوب کی ہیں۔ مصنف موصوف نے ان آراء کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مخالفین کے اعتراضات کی تردید اور مسلکِ حنفی کی تائید کی ہے۔ جیسا کہ ذیل کی امثلہ سے واضح ہو گا۔

"تلقی البیوع" کے جواز میں امام ابو حنیفہ کی رائے کی حقیقت

تلقی البیوع کی کراہت اور عدمِ جواز میں تمام فقہائے کرام متفق ہیں، البتہ احناف دھوکے کی عدم موجودگی (مال لانے والے پر قیمت کا دھوکہ نہ ہو اور نہ ہی شہر والوں کا نقصان ہو) میں اس بیع کے جواز کے قائل ہیں، لیکن ابن قدامہ نے ابو حنیفہؒ کی طرف تلقی کے جواز کی مطلقاً نسبت کی ہے۔[65] اس ضمن میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے یوں ذکر کیا: "وقد تسامح ابن قدامة فی المغنی حیث نسب الیه جوازالتلقی مطلقا، فان کتب الحنفیة مشحونة بکراهةتلقی الجلب"[66] ابن قدامہ نے المغنی میں تسامح کیا ہے، جب انہوں نے ابو حنیفہؒ کی طرف تلقی کے جواز کی مطلقاً نسبت کر دی، کتبِ حنفیہ ''تلقی الجلب'' کی کراہت سے بھری پڑی ہیں''۔

موصوف نے امام اعظمؒ کی طرف منسوب اس غلط رائے کی تردید میں بیان کیا:

> "أن النهی عند الحنفیة معلول بعلة، وهی الضرر أو التلبیس، فمتی وجدت العلة تحقق النهی والا فلا، وهذا کما حکی ابن قدامة فی المغنی عن بعض الشافعیة[67] والأبی فی شرح مسلم[68] عن بعض المالکیة أن الرجل اذا خرج من بلده لا لقصد التلقی، ثم وجد قافلة فاشتری منها فانه یجوز، مع أن ظاهر لفظ النهی یشمل هذه الصورة ایضا، وکما أن ظاهر النهی عن الاحتکار مطلق فی الحدیث، ولکن الفقهاء قد قیدوه بشروط --- فلیس من الانصاف تفویق السهام الی الامام أبی حنیفة رحمه الله فی أنه لم یعمل بعموم النهی عن التلقی"[69]

> ''احناف کے ہاں نہی علت کے ساتھ معلول ہے اور وہ (علت) نقصان یا دھوکہ ہے، جب یہ علت موجود ہو گی، تو نہی ثابت ہو گی وگرنہ نہیں اور یہ ایسے ہے جیسے ابن قدامہ نے المغنی میں اور الأبی نے شرح مسلم میں بعض مالکیہ سے حکایت کیا کہ ایک آدمی تلقی کے ارادے کے بغیر اپنے شہر سے نکلا، پھر اس نے ایک قافلے کو پایا، اس نے اس سے خریدا، یہ جائز ہے باوجود اس کے، کہ نہی کے لفظ کا ظاہر اس صورت کو بھی شامل ہے اور جیسا کہ حدیث میں احتکار سے مطلقاً ممانعت ہے، لیکن فقہائے کرام نے اسے چند شروط کے ساتھ مقید کیا ہے---۔ امام ابو حنیفہؒ کی طرف اس بارے میں الزام تراشی کرنا انصاف نہیں ہے کہ انہوں نے تلقی کے سلسلے میں نہی کے عموم کے ساتھ عمل نہیں کیا''۔

"بیع الحاضر للبادی" کے جواز میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی حقیقت:

جمہور علمائے کرام کے نزدیک "بیع الحاضر للبادی" (دیہاتی کے لیے شہری کی بیع) ہر حال میں مکروہ ہے، جبکہ احناف کے ہاں یہ بیع اس وقت مکروہ ہے، جب اس سے شہر والوں کو نقصان پہنچے، اس لیے کہ دیہاتی اگر خود منڈی میں بیچے، وہ لوگوں کو سستی قیمت پر دے گا، لیکن اس شہری آدمی کا درمیان میں آنا اکثر مہنگائی پیدا کرے گا۔ بہر حال جب اس کی وجہ سے شہر والوں کو نقصان نہ پہنچے، تو احناف کے ہاں اس میں کوئی کراہت نہیں۔ گویا احناف کے ہاں نہی علت (شہر والوں کو نقصان پہنچنا) کے ساتھ معلول ہے۔ لیکن امام نووی، ابن حجر، اور ابن قدامہ رحمہم اللہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں ''بیع الحاضر للبادی'' مطلّقاً جائز ہے۔ اس ضمن میں موصوف بیان کرتے ہیں:

"ماحکاہ النووی[70]والحافظ [71] وابن قدامة [72] وغیرهم من أن بیع الحاضر للبادی جائز عند أبی حنیفة مطلقا، لا یصح بهذا الاطلاق، فان کتب الحنفیة صریحة فی کراهته عند االضرر۔۔۔ [73] ولم ینفرد أبو حنیفة فی تقیید النهی بالضرر، وانما قیده الشافعیة والحنابلة بشروط أربعة: الأول: أن یکون الحاضر قصد البادی لیتولی البیع له، (یعنی أن یکون الحاضر قد عرض علی البادی نفسه لیصیر وکیلا له) والثانی: أن یکون البادی جاهلا بالسعر، فاذا کان البادی عارفا بالسعر لم یحرم، والثالث: أن یکون قد جلب السلعة للبیع والرابع: أن یکون البادی مریدا لبیعها بسعر یومها، وزاد القاضی شرطا، وهو أن یکون بالناس حاجة الی متاعه وضیق فی تأخیر بیعه۔۔۔ فأین اطلاق الحدیث وعمومه؟ والحق أن هؤلاء الفقهاء کلهم قد عللوا الحکم بعلة، وکذلک فعل أبوحنیفة رحمه الله"[74]

"جو امام نووی، حافظ اور ابن قدامہ نے حکایت کیا کہ ''بیع الحاضر للبادی'' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مطلّقاً جائز ہے، یہ مطلّقاً درست نہیں ہے۔ کتبِ حنفیہّ نقصان کے وقت اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں صریح ہیں۔۔۔۔ ابو حنیفہؒ نہی کو ضرر کے ساتھ مقید کرنے میں منفرد نہیں۔ شافعیہ اور حنابلہ نے اس کو چار شروط کے ساتھ مقید کیا: اول: شہری نے ارادہ کیا ہو کہ وہ دیہاتی کے لیے بیع کرے۔ ثانی: دیہاتی قیمت کو نہ جانتا ہو، اگر دیہاتی قیمت کو جانتا ہو تو حرام نہ ہو گا۔ ثالث: اس نے وہ سامان بیچنے کے لیے لایا ہو۔ رابع: دیہاتی ارادہ کرے کہ وہ اسے آج کے بھاؤ پر بیچے گا اور قاضی عیاض نے ایک شرط کا اضافہ کیا اور وہ یہ کہ لوگوں کو اس کے سامان کی ضرورت ہو اور بیع کی تاخیر میں لوگوں کو تنگی ہو۔۔۔۔ تو حدیث کا اطلاق اور اس کا عموم کہاں گیا؟ حق یہ ہے کہ ان تمام فقہائے کرام نے اس حکم کو علت کے ساتھ معلول کیا اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے کیا''۔

خلاصہ بحث

المختصر یہ کہ تکملہ فتح الملہم کو شروح صحیح مسلم میں امتیازی مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے والد مفتی محمد شفیعؒ کے حکم پر یہ شرح لکھی۔ پے در پے مشغولیات، لگاتار اسفار اور متفرق انواع کی مصروفیات کی وجہ سے صاحب تکملہ نے اٹھارہ سال اور نو ماہ کی مدت میں اس شرح کی تکمیل کی۔ چھ جلدوں پر مشتمل شرح ہذا کے چار معروف نسخے دستیاب ہیں جن میں ضخامت، حوالہ جات، الفاظ اور عبارات کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ جدید انداز و اسلوب پر مرتب یہ شرح ایک امتیازی مقام کی حامل ہے۔ اس میں حدیث و فقہ کی متند اول اور اساسی کتب پر انحصار کیا گیا ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کو چونکہ انگریزی زبان پر قدرت اور عصری علوم میں دسترس حاصل

ہے۔ انہوں نے مسائلِ جدیدہ کے حل میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کیا اور قدرت کی طرف سے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، مختلف اسلامی بینکوں اور اقتصادی مراکز میں جدید مسائل کو سمجھنے اور ان کے شرعی احکام واضح کرنے کے مواقع میسر آئے۔ چنانچہ انہوں نے اس شرح میں جدید مسائل کا حل بھی امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ نیز مسائلِ فقہیہ کی تحقیق میں دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں مسلکِ حنفی کی تائید بھی کی ہے اور اس ضمن میں بعض مقامات پر حنفی قواعد پر وارد اعتراضات کی تردید کی ہے نیز امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب غلط آراء کی تردید بھی شاملِ تکملہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] تقی عثمانی، محمد، مفتی، **تکملہ فتح الملہم**، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 1432)، 1:68-71؛ مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، **صحیح مسلم**، (الریاض: دارالسلام للنشر 1421ھ)، الرقم:3213۔

Taqī 'Usmānī, Muḥammad, Muftī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, (Karāchī: Maktabaḥ Dār-al 'Ulūm, 1432), 71-68: 1; Muslim ibn Ḥajjāj, Abū al-Ḥusaīn, al-Qushīrī, Ṣahīḥ Muslim, (Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1421 AH), Ḥadīth #:3213.

[2] احمد بن حنبل، **مسند**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1414ھ)، 7:581

Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad*, (Beīrūt: Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʻArabī, 1414 AH), 7: 581.

[3] تقی عثمانی، **تکملہ فتح الملہم**، 1:73-74۔

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, 1:73-74.

[4] تقی عثمانی، **تکملہ فتح الملہم**، 1:74۔

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, 1:74.

[5] تقی عثمانی، **تکملہ فتح الملہم**، 1: 73-74؛ النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمن، **السنن الکبریٰ** (الریاض: دار السلام للنشر، 1430ھ)، الرقم:3513۔

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, 1:73-74; Al-Nisa'ī, Aḥmad ibn Shoʻaib, Abūu Abdul Raḥmān, *Al-Sunan Al-Kubra* (Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1421 AH), Ḥadīth #:3513.

[6] تقی عثمانی، **تکملہ فتح الملہم**، 1:74؛ احمد بن حنبل، **مسند**، 4:571؛ الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، **المصنف**، (منشورات المجلس العلمی، س۔ن)، 7:443، الرقم:13820۔

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, 1:74; Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad*,4:571; al-Ṣan'ānī ʻAbdul Razzāq Bin Ḥammām, *Al-Muṣanaf*,(Manshūrāt al-Majlis Al-'Ilmī, S.N.), 443: 7, Ḥadīth #:13820.

[7] تقی عثمانی، **تکملہ فتح الملہم**، 1:74؛ احمد بن حنبل، **مسند**، 7:581، الرقم:26873

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ Fatḥ al-Mulḥim*, 1:74; Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad*,4:571, Ḥadīth #:26873.

[8] تقی عثمانی، **تکملہ**، 72:1؛ الکشمیری، محمد، انور شاہ، **فیض الباری علی صحیح البخاری**، (کوئٹہ: المکتبۃ الرشیدیۃ، سرکی روڈ، س۔ن)، 3:188-189

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*,72: 1; Kashmīrī, Muḥammad, Anwar Shāh, *Faīẓ Al Bārī* (Quettā: Al-Maktabaḥ Al-Rashīdīyaḥ, Sarkī Road, S.N.), 189-188: 3.

[9] تقی عثمانی، **تکملہ**، 72:1؛ الطبری، محمد بن جریر، **جامع البیان**، (، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، س۔ن)، 18-90

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*,72: 1; Al- Ṭabarī, Muḥammad Bin Jarīr,*Jāmiʿul Bayān*(Beīrūt: Dār Aḥyā Al-Turāth Al-‘Arabī, 1414 AH), 18-90.

[10] تقی عثمانی، **تکملہ**، 74:1؛ احمد بن حنبل، **مسند**، 571:4، الرقم:15694 ۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:74, Ḥadīth #:15694.

[11] تقی عثمانی، **تکملہ**، 76:1-77؛ احمد بن حنبل، **مسند**، 581:7، الرقم:26873

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:777-6, Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad*,7: 581, Ḥadīth #:26873.

[12] تقی عثمانی، **تکملہ**، 77:1؛ الطحاوی، احمد بن محمد، **مشکل الآثار** (مکۃ المکرمۃ: دار الباز، 1412ھ)، 3:112۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:777-6; Al-Ṭaḥāwī, Aḥmad Bin Muḥammad, *Muskil Al-Athār* (Makkaḥ: Dār al-Bāz, 1412 AH), 112: 3.

[13] تقی عثمانی، **تکملہ**، 77:1؛ الطحاوی، **مشکل الآثار**، 3:112۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:777-6; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:112.

[14] تقی عثمانی، **تکملہ**، 77:1-78؛ مالک بن اَنس، **الموطأ** (مصر: دار الغد الجدید، 1426ھ)، 2:501۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:77; Mālik ibn Anas, *Al-Mawṭā*(Miṣar: Dār al-Ghad al-Jadīd, 1426 AH), 501: 2.

[15] تقی عثمانی، **تکملہ**، 202:1؛ بدرالدین العینی، محمود بن احمد، **عمدۃ القاری**، (بیروت، لبنان: دار الفکر للطباعۃ والنشر، 2005)، 14:339؛ الجصاص، احمد بن علی، الرازی، ابو بکر، **اَحکام القرآن**، (بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی، 1412ھ)، 5:355-356۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:202; Badr al-Dīn al-’Aīnī, Mahmūd ibn Aḥmad, ’Umda al-Qārī, (Beīrūt, Labnān: Dār al-Fikr , Lil Tabā ‘at Wa Al-Nashar, 2005), 339: 14; Al-Jaṣāṣ, Aḥmad Ibn ’Alī, Al-Rāzī, Abū Bakr, Aḥkām Al-Qurān, (Beīrūt, Labnān: Dār Aḥyā Al-Turāth Al-‘Arabī, 1412 AH), 356-355: 5.

[16] البقرۃ، 2:241

Al-Baqaḥraḥ, 2:241.

[17] البقرۃ 2:233

Al-Baqaḥraḥ, 2:233.

[18] الطلاق، 6:65

Al-Ṭalāq,6:65

[19] تقی عثمانی، **تکملہ**، 205:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 3:78۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:205; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:78.

[20] تقی عثمانی، **تکملہ**، 207:1؛ مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:3719 ۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 207; Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣahīḥ Muslim*, Ḥadīth #:3719.

[21] تقی عثمانی، **تکملہ**، 207:1؛ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (الریاض: دار السلام للنشر، 1419ھ)، الرقم: 5324-5323۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:207; Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā’īl, *Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ*, (Al-Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1421 AH), Ḥadīth #:5323-5324.

[22] تقی عثمانی، **تکملہ**، 207:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 28:3

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:207; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:28.

[23] تقی عثمانی، **تکملہ**، 207:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 28:3

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:207; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:28.

[24] تقی عثمانی، **تکملہ**، 201-196:1؛ مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم: 3697۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:196-201; Muslim ibn Ḥajjāj,Ḥadīth, *Ṣahīḥ Muslim*, #:3697.

[25] تقی عثمانی، **تکملہ**، 207:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:207.

[26] عبد الرزاق، **المصنف**، 323:6، الرقم: 11022۔

ʿAbdul Razzāq, *Al-Muṣanaf*,6:323, Ḥadīth #:11022.

[27] تقی عثمانی، **تکملہ**، 218-217:1؛ مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم: 3721

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 217-218; Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣahīḥ Muslim*, Ḥadīth #:3721.

[28] الطلاق، 65:1

Al-Ṭalāq,1:65

[29] تقی عثمانی، **تکملہ**، 219-218:1؛ مرغینانی، علی بن ابی بکر (متوفی: 593ھ)، **الھدایہ** (لاہور: مکتبۃ رحمانیۃ، س۔ن)، 434:2؛ محمد بن علی الشوکانی، **فتح القدیر** (بیروت: دار المعرفہ، 2007ء)، 310:4۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 218-219; Murghīnānī, ’Ali ibn Abī Bakar (593 AH), *Al-Hidāyaḥ* (Lahore: Maktaba Rahmāniya, S.N),2: 434; Muḥammad Bin ʿalī Al-Shaūkānī, *Fataḥ Al-Qadīr*(Baīrūt:Dār Al-Maʿrifa,2007),4:310.

[30] تقی عثمانی، **تکملہ**، 219:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 79:3

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 219; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:79.

[31] تقی عثمانی، **تکملہ**، 219:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 79:3

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 219; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:79.

[32] تقی عثمانی، **تکملہ**، 219:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 79:3

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 219; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,3:79.

[33] تقی عثمانی، **تکملہ**، 526:1؛ العینی، **عمدۃ القاری**، 573:8

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 526; Al-’Aīnī, *, ’Umda al-Qārī*,,8: 573

[34] تقی عثمانی، تکملہ، 526:1؛ ابن رشد، **بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد**، (الریاض: مکتبۃ نزار مصطفی الباز، 1415ھ)، 222:2؛ الأبی، **محمد بن حلیفہ**، الوشتانی، **صحیح مسلم مع شرحہ المسمی اکمال اکمال المعلم**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ)، 444:5-445۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 526; Ibn Rushd, *Bidāyah al-Mujtahid wa Nihāya al-Muqtaṣid*, (Al-Rīyādh: Maktab Nazār Muṣṭafā al-Bāz, 1415 AH), 222: 2; Al-Abī, Muḥammad ibn Ḥalīfā, Al-Washtānī, Ṣahīh Muslim Ma Sharhu al-Musmā Akmāl Akmal al-Muallīm (Beīrūt: Dār Al-Kutub Al-ʻIlmīyaḥ, 1415), 5: 445-444.

[35] تقی عثمانی، **تکملہ**، 525:1-532؛ مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:4009

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:532-525 ; Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣahīḥ Muslim*, Ḥadīth #:4009.

[36] تقی عثمانی، **تکملہ**، 526:1؛ بدر الدین العینی، **عمدۃ القاری**، 574:8؛ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، **المغنی**، (المملکۃ العربیۃ، السعودیہ : دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر، 1419ھ)، 352:6-353

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 526; Ibn e Qudāmah, ʿAbdullāh Bin Aḥmad,*Al-Mughnī* (Al-S’aūdīa: Dār ’Alam Al-Kutub Lil Tabā ‘at Wa Al-Nashar, 1419 AH), 353-352: 6

[37] تقی عثمانی، **تکملہ**، 526:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 526.

[38] تقی عثمانی، **تکملہ**، 527:1؛ النسائی، **السنن**، الرقم:4300

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 527; Al-Nisa'ī, *Al-Sunan Al-Kubra*, Ḥadīth #:4300.

[39] تقی عثمانی، **تکملہ**، 528:1؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، (الریاض: دار السلام للنشر، 1430ھ)، الرقم:9281 ۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 528; Tirmadhī, Muḥammad ibn ‘Isa, *Sunan Tirmidhī* (Al-Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1421 AH), Ḥadīth #:9281

[40] تقی عثمانی، **تکملہ**، 528:1؛ الخوارزمی، محمد بن محمود بن محمد، **جامع مسانید الامام الاعظم**، (حیدر آباد، دکن: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، 1332ھ)، 10:2

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 528; Al-Khwārizmī, Muḥammad ibn Maḥmūd ibn Muḥammad, Jāmi’ Masānīd al-Imām al-’Aẓam, (Ḥyderābād, Deccan: Majlis Da’raḥ Al-M’ārif Al- Niẓāmīyah, 1332 AH), 10: 2

[41] تقی عثمانی، **تکملہ**، 529:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 58:4

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 529; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,4:58.

[42] تقی عثمانی، **تکملہ**، 530:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 58:4

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 530; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,4:58.

[43] تقی عثمانی، **تکملہ**، 530:1؛ البیہقی، أحمد بن حسین، **السنن الکبری**، (بیروت: دار الفکر، 1416ھ)، 306:8، الرقم:11179

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 530; Al-Bayhaqī, Aḥmad ibn Ḥussaīn (Baīrūt:Dār Al-Fikr, 1416 AH)306: 8, Ḥadīth #: 11179

[44] تقی عثمانی، **تکملہ**، 530:1؛ الطحاوی، **شرح معانی الآثار**، 59:4

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 530; Al-Ṭaḥāwī, *Muskil Al-Athār* ,4:58.

[45] تقی عثمانی، **تکملہ**، 531:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 531

[46] الشیبانی، محمد بن الحسن، **کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ**، (حیدر آباد، دکن: مطبعۃ المعارف الشرقیۃ، 1387ھ)، 758:2

Al-Shaībānī, Muḥammad ibn al-Ḥasan, Kitāb al-Ḥujjat al-Ahl al-Madīnah, (Ḥyderābād, Deccan: Maṭabaḥ Al-Sharq'iyyah, 1387 AH),2:758.

[47] تقی عثمانی، **تکملہ**، 531:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 531

[48] تقی عثمانی، **تکملہ**، 361-360:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 361-360

[49] تقی عثمانی، **تکملہ**، 383-381:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 383-381

[50] تقی عثمانی، **تکملہ**، 319-318:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 319-318

[51] تقی عثمانی، **تکملہ**، 385-383:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 385-383

[52] تقی عثمانی، **تکملہ**، 605-602:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 605-602

[53] تقی عثمانی، **تکملہ**، 644-641:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 644-641

[54] تقی عثمانی، **تکملہ**، 678-665:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 678-665

[55] تقی عثمانی، **تکملہ**، 416-407:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 416-407

[56] تقی عثمانی، **تکملہ**، 25:1

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 25

[57] رضاعت کے حکم میں مرد کی بھی تاثیر ہے۔ تحریم صرف مرضعہ پر ختم نہیں ہو گی بلکہ اس کے باپ، دادا، اولاد، بہن اور بھائیوں کی طرف متعدی ہو گی۔ دودھ پلانے والی کا شوہر، باپ اور بھائی بھی دودھ پینے والے کے محرم ہوں گے مثلاً زید نے ایامِ رضاعت میں سارہ کا دودھ پیا، اس رضاعت کی وجہ سے سارہ کی بہنیں، بیٹیاں اور ماں زید پر حرام ہوں گی۔ زید ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سارہ کا شوہر علی، زید کا رضاعی باپ ہو گیا اور علی کی ماں، بہن اور بیٹی بھی زید کے لیے حرام ہوں گی

[58] مالک بن أنس، **الموطأ**، الرقم: 1285

Mālik ibn Anas, *Al-Mawṭā*, Ḥadīth #:1285.

[59] مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:3571

Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣahīḥ Muslim*, Ḥadīth #:3571.

[60] تقی عثمانی، تکملہ، 25:1؛العسقلانی، ابن حجر، **فتح الباری**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1408ھ)، 74:9

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1:25 ; ʿAsqalani, Ibn Ḥajar, *Fatḥ Al-Bārī* (Baīrūt: Dār Ihya Al Turāth Al Arabī, 1408,)9:74.

[61] **البخاری، الجامع الصحیح**، الرقم:2645؛ مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:3579

Al-Bukhārī, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, *Muslim,* Ḥadīth #:2645; Muslim ibn Ḥajjāj,Ḥadīth, *Ṣahīḥ Muslim,* Ḥadīth#:3579.

[62] السندی، محمد، عابد، **مسند الامام الشافعی للترتیب السندی**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1370ھ)، 20:2، الرقم: 61

Al-Sindī, Muhammad, Abid, Musnad Al-Imām Al-Shafi'ī Lil Tartīb Al- Sindī, (Beīrūt: Dār Al-Kutub Al-ʻIlmīyaḥ, 1370 AH), 2:20, Ḥadīth#: 61

[63] تقی عثمانی، **تکملہ**، 25:1؛ عسقلانی، **فتح الباری**، 72:9

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 25; , ʿAsqalani, *Fatḥ Al-Bārī,* 9:72

[64] تقی عثمانی، **تکملہ**، 26:1؛ ابن الھمام، **فتح القدیر**، (بیروت :دار الکتب العلمیۃ، 1422)427:3؛ العینی، **عمدۃ القاری**، 50:14؛ شبیر احمد العثمانی، **مقدمۃ فتح الملہم**، (کراچی: دار العلوم، 1409ھ)، 243:1

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 26; Ibn Ḥmām, *Fateh al-Qadir*, (Beīrūt: Dār Al-Kutub Al-ʻIlmīyaḥ, 1370 AH), 3: 427; Al-'Aīnī, *'Umda al-Qārī*,14: 50; Shabbīr Aḥmad ʻUsmāni, *Miqadima Fatḥ al-Mulḥim*(Karāchī: Dār-al- 'Ulūm, 1409 AH)243: 1

[65] تقی عثمانی، **تکملہ**، 330:1؛ ابن قدامہ، **المغنی**، 313:6

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 330; Ibn e Qudāmah,*Al-Mughnī* 6:313

[66] تقی عثمانی، **تکملہ**، 330:1

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 330

[67] ابن قدامۃ، **المغنی**، 314:6

Ibn e Qudāmah,*Al-Mughnī* , 6:314

[68] الوشتانی، **صحیح مسلم مع شرحہ المسمی اکمال اکمال المعلم**، 325:5-326

Al-Washtānī, *Ṣahīh Muslim Ma Sharhu al-Musmā Akmāl Akmal al-Muallīm*, 5: 326-325.

[69] تقی عثمانی، **تکملہ**، 331:1

Taqī 'Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 331

[70] النووی، یحییٰ بن شرف، **صحیح مسلم بشرح النووی**، (بیروت: دار الفکر، 1401ھ)، 164:10-165

Al- Nawawī, Yaḥyā bin Sharaf, *Sharaḥ Ṣaḥīḥ Mislim Bi Sharḥ Al- Nawawī*(Baīrūt: Dār al-Fikar,1401 AH), 165-164: 10

[71] عسقلانی، **فتح الباری**،4:528

ʿAsqalani, *Fatḥ Al-Bārī,* 4:528

[72] ابن قدامۃ، **المغنی**،6:310

Ibn e Qudāmah,*Al-Mughnī* , 6:310

[73] ابن الھمام، **فتح القدیر**،6:437–438؛ابن نجیم، **البحر الرائق**،(بیروت:دار الکتب العلمیۃ،1418)،6:164

Ibn Ḥmām, *Fateh al-Qadir*,6: 438-437; Ibn Nujaīm,Al-Baḥr Al-Rā’iq (Baīrūt:Dār al-Kutub al-‘Ilmīyyah, 1418), 6:164

[74] تقی عثمانی، **تکملہ**،2:335–336،"مصراۃ" جانور کی بیع کے مسئلہ میں بھی صاحبِ تکملہ نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی رائے کی حقیقت بیان کی ہے۔تفصیل کے لیے دیکھئے، تکملہ، 1:339–345)۔

Taqī ’Usmānī, *Takmilaḥ*, 1: 331